مولانا انیس احمد ندوی

مسلمانوں کے خلاف سازشیں اور دوہرا معیار

ادھر تقاضے ہیں مصلحت کے، ادھر تقاضائے دردِ دل ہے
زباں سنبھالیں کہ دل سنبھالیں، اسیر ذکرِ وطن سے پہلے

مغرب مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما ہے، سامراجی طاقتیں اپنے سامراج کی توسیع کیلئے مسلمانوں کو آلۂ کار بنا رہی ہیں، انہیں کے نام پر وہ اپنے سامراج کی توسیع میں سرگرداں ہیں، مسلمانوں کے خلاف امریکہ اور برطانیہ سمیت بیشتر مغربی ممالک دہشت، نفرت اور اسلاموفوبیا (اسلام سے خوف) کا ماحول پیدا کر رہے ہیں، ظاہر ہے کہ اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنچانے کیلئے بڑی بڑی اسکیمیں اور سازشیں تیار کرنی پڑتی ہیں، اس لئے جب بھی کوئی ایسا واقعہ پیش آئے جس میں مسلمان ملوث بتائے جاتے ہوں تو اسے محلی یا قومی اعتبار سے سمجھنے کی بجائے عالمی تناظر میں دیکھنا چاہئے۔ عالمی تناظر میں دیکھنے سے مسلمانوں کے اوپر لگائے گئے بہت سارے "حادثات" کی کہانیاں اور الزامات بے بنیاد ثابت ہوجاتے ہیں، بلکہ خود الٹا اسلام مخالف سامراجی طاقتیں اور MindsetNazi کے ذریعہ چلائی جانیوالی تحریکیں الزام اور شک کے کٹہرے میں کھڑی نظر آتی ہیں۔ گزشتہ نصف دہے سے عالمی سیاست میں یا ایک دہے سے زائد مقامی سیاست میں مسلمانوں کے خلاف نسلی، نیز قومی عصبیت کے جو دبیز اور گہرے بادل چھائے نظر آتے ہیں انہیں اسی پس منظر میں دیکھنا چاہئے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جب طاقتور اقوام ظالم وجابر کے لقب سے بچنے کیلئے اسلحہ کے ڈائرکٹ استعمال سے گریز کرتی ہے تو وہ گندی سیاست، مکر وخدع، الزام تراشی اور دشنام طرازی کے گھناؤنے دفاتر کھول کر ان میں سے نت نئی گندی فائلیں نکالتی ہے۔

یقیناً اب یہ زمانہ قدیم طرز پر لشکر کشائی کا نہیں رہا، موجودہ زمانہ میں سیاست، آزادی وحریت، تہذیب وثقافت، نیز بحالی حقوق اور جمہوریت کے نام پر فتوحات کی جاری ہیں، اب تو تہذیبوں کی کشمکش اور ٹکراؤ کا زمانہ شروع ہوگیا ہے۔ اس وقت مشرق ومغرب کے درمیان تہذیبی تصادم Clash of Civilization واقع ہو چکا ہے، اس تصادم میں چونکہ مغرب طاقتور ہے، اس لئے فی الوقت گیند اسی کے پالے میں ہے، وہ جدھر چاہتا ہے اسے اچھال دیتا ہے۔ اور جب جیسے چاہتا ہے دوسری تہذیب پر حملہ کرتا ہے۔ اسلام اور مسلمانوں، نیز مسلم ممالک کے خلاف وہ

بالکل کھل کر سامنے آگیا ہے۔

مسلمانوں کے خلاف نفرت ودہشت کا ماحول پیدا کرنا مغرب کی پالیسی کا اہم جزء ہے۔اسی طرح وطن عزیز میں فسطائی طاقتیں اپنے سیاسی اغراض ومقاصد کی خاطر ایسے"حادثات" Stage (باقاعدہ طور پر بنا کر) پیش کرتی ہیں جس سے انہیں اپنے مقاصد کے حصول میں آسانی ہو، ہندوستان میں اور دنیا کے بیشتر حصوں میں Bombing (بم پھوڑنے) کے جو واقعات پیش آتے ہیں اخبارات کے پیش کردہ غیر جانبدارانہ تجزیوں نیز شواہد سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انہیں مسلمانوں کے خلاف نفرت پیدا کرنے کے مقصد سے بڑی سخت Monitoring (نگرانی، مراقبہ) میں پیش کیا جاتا ہے۔ وہ چاہے مکہ مسجد کا واقعہ ہو یا بنارس کی مندر کا، مالیگاؤں کا واقعہ ہو یا ممبئی کے ٹرینوں کا دھماکہ، یا حال ہی میں ہونے والا لندن اور گلاسگو ائیر پورٹ پر ناکام حملہ، کسی بھی واقعہ میں قطعاً یہ ثابت نہیں ہے کہ اس کے مرتکبین مسلمان تھے۔ مسلمانوں کو بدنام کرنے کیلئے یہ محض الزام تراشی ہے، چوری کرنے والوں کا ایک بہت پرانا حربہ یہ رہا ہے کہ وہ جب چوری کرنے جاتے تھے تو جوتا کسی کا پہن لیا، ڈنڈا کسی کا لے لیا وغیرہ۔ جب وہ بھاگے یا کامیاب ہوکر واپس ہوئے تو راستہ مٰن ڈنڈا چھوڑ دیا اور تھوڑی دور پر جوتا چھوڑ دیا وغیرہ، چور کی تلاش میں جو چیزیں ملیں وہ فلاں فلاں صاحب کی تھیں۔ لہٰذا یہی لوگ چوری کے اس واقعہ میں ملوث تھے۔ جبکہ اصل چور کوئی اور ہوتا ہے۔

آج کل کچھ اسی طرح کا منظر نامہ ہے۔ آپ خود تصور کیجئے قطعی ناقابل یقین بات ہے کہ مسجد میں مسلمان کوئی بم رکھے، جبکہ تحقیقاتی ادارے مسجدوں کے واقعہ میں بھی مسلمانوں کو ملوث بتاتے ہیں۔ مندر کے واقعہ میں پہلے ہی سے مان لیا جاتا ہے کہ اس کے مرتکبین مسلمان ہیں، ٹرینوں اور Public Place میں اس طرح کے واقعات کو بغیر کسی مضبوط ثبوت کے واقعہ کے فوراً بعد ہی شک کی انگلی کسی مسلمان تنظیم یا چند مسلم نوجوانوں کی طرف اٹھادی جاتی ہے اور تحقیق کرنے والے ادارے بھی جانبداری، عصبیت اور Double Standard (دوہرا معیار) سے کام لیتے ہیں۔

۱۱/۹ کا واقعہ اس اسلام فوبیا مہم کا نقطۂ آغاز سمجھا جاسکتا ہے، خود اس میں اب تک کوئی ثبوت نہیں ہے کہ اسے مسلمانوں نے انجام دیا، مغرب اپنے اس مقصد کی خاطر مسلمانوں سے اس واقعہ کو جوڑ کر انہیں بدنام کررہا ہے۔

مالیگاؤں کے مسجد میں ہونے والے واقعہ سے کچھ دنوں قبل اپریل ۲۰۰۶ء میں بجرنگ دل کے دو کارکن نریش کندورا اور ہمنشو پھانسے اپنے دیگر انتہا پسند رفقاء ماروتی واگھ، راہل پانڈے، اور رام گیتیور کے ہمراہ بم بناتے ہوئے اچانک پھٹ جانے سے مر گئے، تحقیق کرنے والوں نے ناندیڑ کے ایک گھر سے ایک دوسرا بم برآمد کیا جہاں پر بم بنانے کا کام ہورہا تھا، جو اس بات کا کھلا ثبوت تھا کہ انتہا پسند اس سے پہلے بھی تخریبی کارروائی کر چکے ہیں، مہاراشٹر پولیس کو اس کا بھی علم ہوا کہ کندورا اور پھانسے نے اپریل ۲۰۰۶ء میں پربھنی کی ایک مسجد میں بم پھوڑنے میں اہم کردار ادا کئے تھے، اس بم کے پھٹنے سے ۲۵ لوگ زخمی ہوئے تھے اس ناندیڑ دہشت گردی کی یونٹ کے افراد نے ۲۰۰۳ء میں جالنہ اور پرنا کی

مسجدوں میں بم پھوڑے تھے جس میں ۱۸ لوگ زخمی ہوئے تھے، بجرنگ دل کی بم بنانے کی بڑھتی ہوئی صلاحیت کو دیکھ کر پولیس کو بڑی حیرانی اور تشویش تھی تاہم مہاراشٹر حکومت نے سیاسی اغراض و مقاصد کے تحت بجرنگ دل کی دھڑ پکڑ سے پہلوتہی کیا اور کانگریس نیشنلسٹ سرکار نے اس پر پابند لگانے سے گریز کیا'' (بحوالہ The Hindu 09. 09. 2006)

ان حقائق سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مسجدوں میں بم پھوڑنے کے واقعات بجرنگ دل وغیرہ کی طرف سے کئے جاتے ہیں، تاہم تحقیق کرنے والی ٹیمیں کہیں بھی کوئی واقعہ ہو وت اسے صرف مسلمانوں سے منسوب کرتی ہیں۔ حقائق سے قطع نظر پولیس نے اور CBI نے بجرنگ دل کے بم بنانے کی فیکٹری کے واقعہ کو ایسا دفنا دیا جیسے کہ اس کا انکشاف نہ ہوا ہو، جب کہ مالیگاؤں کے واقعہ کو جس میں بجرنگ دل کے ممبران کے ملوث ہونے کا عین امکان تھا الٹا مسلمانوں کے سر منڈھ کر خوب دھڑ پکڑ اور ہنگامہ کیا گیا، کیا یہ دوہرا معیار نہیں ہے؟

اسی طرح ۲۰۰۱ء میں پارلیمنٹ پر حملہ کو لے لیجئے، تحقیق کرنے والی ایجنسیز نے ایک معصوم استاذ SAR گیلانی کو اس واقعہ میں زبردستی پھنسایا اور Pota کی خصوصی عدالت نے دیگر ملزمات سمیت اس پروفیسر کو موت کی سزا سنا دیا، اس استاذ کی محض اتنی غلطی تھی کہ پارلیمنٹ پر حملہ سے کچھ دنوں قبل حملہ کے ایک ملزم سے ان کی ٹیلی فون پر گفتگو ہوئی تھی کیا کسی ملزم سے صرف بات کرنے کی وجہ سے دوسرا شخص بھی ملزم قرار دیا جا سکتا ہے؟ اور وہ بھی اتنا بڑا ملزم کہ موت کی سزا سنا دی جائے؟ اس واقعہ سے تحقیقاتی ادارے خود جانبداری اور تعصب برتنے کے الزام میں کٹہرے میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بہر حال پورا واقعہ سپریم کوٹ کے حوالہ کیا گیا اور عدالت عظمیٰ نے پروفیسر کے خلاف کوئی ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے تمام الزامات سے بری کر دیا لیکن تحقیق کرنے والے اداروں نے آج بھی اپنی غلطی کا اعتراف نہیں کیا، اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اکا دکا واقعات کو چھوڑ کر پورے ہندوستان میں کہیں بھی گیلانی اور اس طرح کے دوسرے واقعات میں ملزم کی حمایت میں اٹھ کھڑا ہونے والا کوئی نہیں۔ (Hindustan Times 21.07.07) جمہوریت، آزادی و حقوق کی پاسبانی نیز غیر جانبداری کے بلند و بالا نعرے کہاں چلے گئے؟

ابھی حال ہی میں ایک کشمیری ماڈل طارق ڈار جس نے بنگلہ دیش میں اچھی کامیابی حاصل کی، اسے دہشت گردی کے الزام میں سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا گیا، ۲۰۰۵ء میں دہلی میں ہونے والے Blasts کا اسے ملزم قرار دیا گیا۔ اس نے تین مہینے جیل کے اندر گزارے، چونکہ اسے بلاوجہ گرفتار کیا گیا تھا اسلئے مجبور ہو کر پولیس نے اعتراف کیا کہ انکے پاس ملزم کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہے، ایک لیڈی جج نے اس کو بری کرنے کا فیصلہ نہایت جذباتی انداز میں سنایا، اس نے کہا کہ ''ملزم کے خلاف ایک ذرہ بھی ثبوت نہ ہونے کے باوجود اسے ۹۰ دن قید میں رکھا گیا جو ایک عام آدمی کیلئے پوری زندگی کے مترادف ہے'' (ہندوستان ٹائمز ۲۱ / ۷ / ۲۰۰۷ء) یہ اس لیڈی جج کے نہایت پاکیزہ جذبات تھے لیکن کیا آپکو یاد ہے کہ پورے ہندوستان میں کوئی اور بھی اسکے اس غم و غصہ میں شریک ہوا؟ قطعاً ایسا نہیں۔

حال ہی میں پیش آئے ہوئے لندن اور Glasgow کے واقعہ کو لے لیجئے، ایک معمولی سی بے ربط چیز کی وجہ سے ڈاکٹر حنیف کو گرفتار کر لیا گیا، اس کا جرم کیا تھا؟ اس کا جرم صرف اتنا تھا کہ Glassgow کے ناکام حملہ میں جلتی ہوئی جیپ میں اس کا Sim کارڈ پایا گیا جو بذات خود ایک مفروضہ تھا۔ کیونکہ درحقیقت SIM کارڈ جلتی ہوئی جیپ میں نہیں بلکہ لیورپول میں کفیل کے گھر سے پولیس نے لیا تھا اور اس کا بھی انکشاف ہوا کہ آسٹریلیائی فیڈرل پولیس نے حنیفِ کی ڈائری میں خود سے کچھ مشکوک لوگوں کے نام، پتے وغیرہ لکھ دیئے تھے۔ بہرحال اس کارڈ کی وجہ سے آسٹریلیائی پولیس نے حنیف کو حراست میں لے لیا، اسے قید تنہائی میں رکھا گیا، اس نے لاکھ اپنی معصومیت کا ثبوت دیا مگر ایک نہ سنی گئی، اس نے کہا کہ "میں معتدل نظریات وخیالات کا آدمی ہوں، میرا ماننا ہے کہ خون کا ہر قطرہ انسان ہے" گویا کہ اس نے یہ کہا کہ قتل خواہ کسی کا ہو وہ انسان کا قتل ہے اور ایک قطرہ بھی خون بہانا (خواہ کسی کا ہو) انسانیت کے قتل کے مساوی ہے۔ لیکن آسٹریلیائی پولیس نے اس پر ذرا بھی توجہ نہ دی۔

۱۲ جولائی ۲۰۰۷ء کو ہندو نے آسٹریلیا کے اخباروں کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حنیف کیخلاف Case بالکل بودا اور کمزور تھا، پولیس نے اسے زبردستی قید میں ڈال رکھا تھا، اس کے ساتھ مسلمان ہونے کی وجہ سے زیادتی کی گئی، ستایا گیا اور زبردستی کیس کو طول دیا گیا، اسکے ساتھ نسلی عصبیت کا معاملہ کیا گیا، اسی وجہ سے خود آسٹریلیا کے ممتاز اخباروں نے حنیف کے خلاف حکومت کے رویہ اور کارروائی پر سخت تنقید کی ہے، آسٹریلیا کے ایک ممتاز اخبار The Sydney Morning Herald نے حنیف کے خلاف اس پورے کیس کو بودا اور کمزور بتایا اور اس نے حکومت کو یہ مشورہ بھی دیا کہ وہ قومی سلامتی کے نام پر جھوٹا پروپیگنڈہ نہ کرے، اخبار نے مزید یہ بھی تبصرہ کیا ہے کہ شک، شک ہی کو جنم دیتا ہے اور عام لوگوں کا اس کیس کے سلسلہ میں یہ گمان ہے کہ "دال میں کچھ کالا ہے" یعنی لوگوں کو پورے اس واقعہ پر شبہ ہے۔

آسٹریلیائی حکومت پر دوسرا سب سے اہم الزام Double Standard دوہرے معیار کا ہے واضح رہے کہ حال ہی میں آسٹریلیا میں LTTE کے تین اہم سرگرم کارکن گرفتار کئے گئے تھے جن پر LTTE کیلئے تعاون وامداد اکٹھا کرنے کا الزام تھا، آسٹریلیائی حکومت نے انھیں ضمانت پر رہا کر دیا، جبکہ LTTE اعلیٰ درجے کی ایک زبردست دہشت گرد تنظیم ہے جو عوام اور حکومت دونوں کے خلاف دہشت پیدا کرنے کی ترکیبوں کے استعمال سے ذرا بھی نہیں ہچکچاتی، ہندوستان، ملیشیا، امریکہ برطانیہ اور یوروپی یونین میں اس پر پابندی ہے یا اسے دہشت گرد تنظیم قرار دے دیا گیا ہے، ایسی دہشت گرد تنظیم کا بیشتر فنڈ آسٹریلیا سے اکٹھا ہوتا ہے، جبکہ آسٹریلیا کو ۲۰۰۱ء میں United Nations Security Concil رزولوشن نمبر ۱۳۷۱ کے تحت LTTE کو دہشت گرد قرار دے کر اس کے سارے اثاثہ کو منجمد کر دینا چاہئے اور اسے ملک بدر کر دینا چاہئے، ایک ایسی تنظیم کو درپردہ آزادی دی جاتی ہے، اس کے افراد کو ضمانت پر رہا کر دیا جاتا ہے اور حنیف جیسے معصوم شخص کو محض مسلمان ہونے کی وجہ سے اس قدر ستایا جاتا ہے، یہ آسٹریلیا

کا نہایت خطرناک دوہرا معیار ہے۔

مسلمانوں کے خلاف یہ صرف آسٹریلیا، امریکہ، برطانیہ بلکہ دیگر مغربی ممالک سمیت ہندوستان میں زبردست دوہرا معیار پایا جاتا ہے، گجرات Pogram (مذہب کی بنیاد پر ایک بڑی تعداد کا منظم قتل) کے ملزمان آج تک بری ہیں، بابری مسجد کو شہید کرنے والے آج تک آزاد ہیں، سہراب الدین کا فرضی انکاؤنٹر جس میں کئی صوبوں کے اعلیٰ عہدیدار شریک تھے، کیا ظاہر کرتا ہے؟ کشمیر میں سینکڑوں مسلمانوں کے فرضی انکاؤنٹر کس بات پر دلالت کرتے ہیں؟ یہ سب دوہرا معیار نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ سب تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟ بیساختہ شاعر کا یہ شعر یاد آتا ہے جو حالات کی کسی قدر ترجمانی کر رہا ہے۔

محبت کی دنیا پہ شام آچکی ہے
سیہ پوش ہیں زندگی کی فضائیں
تغافل کے آغوش میں سو رہے ہیں
تمہارے ستم اور میری وفائیں

۱۶ر فروری ۲۰۰۷ء ہندوستان ٹائمز میں ایک مضمون نگار نے لکھا کہ ۱۹۹۳ء کے ممبئی سیریل بم بلاسٹ، ۶ر دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد کی شہادت نیز دسمبر ۱۹۹۲ء اور جنوری ۱۹۹۳ء کے ممبئی فسادات کا ردعمل تصور کیا جاتا ہے، اس سلسلہ میں جسٹس کرشنا کمیشن کی یہی رائے ہے، سری کرشنا کمیشن اور حقوق انسانی کی تنظیموں نے جن افسران اور پولیس والوں کے خلاف کاروائی کی سفارش کی وہ سب آج تک آزاد ہیں، اگر ۶ر دسمبر ۱۹۹۲ء کو ملک کی سیکولر روح کو زبردست نقصان پہنچا تو ۸ر دسمبر ۱۹۹۲ء سے ۲۰ر جنوری ۱۹۹۳ء کے درمیان ہونے والے فساد نے ممبئی کو بری طرح زخمی کر کے خوف زدہ کر دیا، بلوائی جماعت در جماعت گلیوں اور ضمنی سڑکوں پر بڑی خاموشی کے ساتھ حملہ کر کے ایسا فساد مچاتے تھے جو Nazi جرمنی کی یاد دلاتا تھا اور ممبئی پولیس نے قتل، آتش زنی، لوٹ مار اور عورتوں کے تقدس کو ختم کرنے میں بلوائیوں کا بھرپور تعاون کیا، ان سب سے بڑھ کر شرمناک بات یہ ہوئی کہ سیاسی قیادت نہایت خاموشی سے ممبئی کے جلنے کا نظارہ کرتی رہی۔

یہ سب حقائق کیا ظاہر کرتے ہیں؟ یہ دوہرا معیار نہیں تو کیا ہے؟ واضح رہے کہ ممبئی بم بلاسٹ میں کل ۲۵۷ لوگ مرے تھے، جبکہ ۹۲-۹۳ کے ممبئی فسادات میں ۹۰۰ لوگ مرے تھے، ایک طرف قتل، لوٹ مار اور عصمت دری جیسے سنگین جرائم کا ارتکاب کرنے والے آزاد ہیں تو دوسری طرف ۹۳ بم بلاسٹ کیس میں TADA عدالت ان حمال کو بھی سزا دے رہی ہے جنھوں نے نادانستہ کسی ایسے پارسل کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جس میں کچھ غلط مواد تھا، یا معصوم عورتوں کو سزا دی جا رہی ہے جنہیں اس نیٹ ورک کا قطعاً کوئی علم نہیں تھا، کیا یہی سیکولرازم کا انصاف ہے؟ اس

سے بھی بڑھ کر انصاف کی توہین اور کیا ہوگی کہ وہ تمام ملزمین جنہیں TADA عدالت عمر قید کی سزا سنا رہی ہے انہیں فیصلہ کی نقل نہیں دی جارہی ہے جبکہ فیصلہ کی نقل حاصل کرنا ملزم کا قانونی حق ہوتا ہے تا کہ وہ کسی دوسری عدالت میں Petition دائر کرسکے (اگر ایسا چاہے) لیکن اب تک کئی مہینے گزرنے کے بعد بھی کسی ملزم کو فیصلہ کی نقل نہیں دی گئی ہے، کیا یہ انصاف اور حقوق کی پامالی نہیں ہے؟

ہندوستانی جمہوریت اور سیکولرازم کی شاندار عمارت کی بنیاد اس بات پر تھی کہ سب کے ساتھ انصاف کا معاملہ ہو اور کسی کے ساتھ ناانصافی نہ ہو، ۹۳ سیریل بلاسٹ کے مجرمین کو اگر سزا ملتی ہے تو ممبئی، گجرات، میرٹھ، ملیانہ، کے فساد کے ملزمان کو بھی سخت سزا ملنی چاہئے، بابری مسجد کو شہید کرنے والوں کو بھی سخت سزا ملنی چاہئے، ملک کی فضا کو نفرت اور تعصب کے زہر سے مسموم کرنے والے خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھنے والے ہوں انہیں سزا ملنی چاہئے، مگر افسوس ہے کہ اس وقت اپنے محبوب وطن کے انصاف وغیر جانبداری کی عمارت متزلزل نظر آتی ہے۔

وقت آگیا ہے کہ عوام تحقیق کرنیوالے اداروں سے بھی شفافیت وغیر جانبداری کا مطالبہ کریں اور جمہوریت نیز سیکولرازم کی بنیادوں کو ایک بار پھر سے مضبوط کرنے کی کوشش کریں تا کہ ٹیگور کا ہندوستان کو جنت نشان دیکھنے کا خواب جو کہ چکنا چور ہو چکا ہے، شرمندہ تعبیر ہو سکے، ہندوستان میں پھر سے امن وشانتی کی ایسی ہوائیں چلیں جو نفرت وجانبداری، تعصب اور تنگ نظری کی دیوہیکل دیواروں کو منہدم کر کے ملک کی فضا کو محبت، امن وشانتی و ہم آہنگی سے معمور کردیں، علامہ اقبال علیہ الرحمہ کے اشعار ہم سب کے پاکیزہ جذبات کی شاید ترجمانی کرسکیں۔

آ غیریت کے پردے اک بار پھر ہٹا دیں
بچھڑوں کو پھر ملا دیں نقش دوئی مٹا دیں
ہر صبح اٹھ کے گائیں منتر وہ میٹھے میٹھے
سارے پجاریوں کو مے پیت کی پلا دیں
شکتی بھی شانتی بھی بھگتوں کے گیت میں ہے
دھرتی کے واسیوں کی مکتی پریت میں ہے

خط وکتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے۔